182
رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دین کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

جلد ۷ | مورخہ ۱۹۱۹ نومبر سنہ ۱۹۱۹ء | سہ شنبہ | مطابق ۷ صفر سنہ ۱۳۳۸ھ | نمبر ۳۵

مدینۃ المسیح

جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل منشی فاضل اور مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل بغرض تبلیغ علاقہ چنبالہ بں گئے ہیں۔

جناب مولانا حافظ روشن علی صاحب کے برادر جناب اکبر علی صاحب مرض سل میں مبتلا ہیں۔ مرض کہنہ ہے۔ وہ چند دن کو قادیان میں بغرض علاج لائے گئے ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرماویں۔

جناب خانصاحب مولوی غلام محمد صاحب گلگت جن کی آمد کا ذکر ۱۰۔ اکتوبر کے الفضل کے مدینۃ المسیح میں ہو چکا ہے۔ حضرت خلیفۃ ثانی کے لئے ایک خوبصورت گلدار سبزا گھوڑا بھی لائے ہیں۔

نامۂ لنڈن

(نوشتہ مولوی عبد الرحیم صاحب نیر)

محمدؐ سا اگر چند مبلغ اسلام اور ایک چھ زبانوں کا عالم مسلمان

عام حالات موسم بدل گیا ہے۔ سردی شروع ہے زمین پر تیز کو اور کوٹ پہننا پڑا ہے اور آسمان پر شہ عالمتاب کو بادلوں کا کوٹ زیب تن کرنے کی عادت ہو رہی ہے۔ مگر سرد انگلستان کے باشندوں کی رگوں میں حرارت اور مزاج میں جوش ہے۔ زندگی کی ہر شاخ میں غیر معمولی تبدیلی کے آثار نمایاں ہیں۔ وزیر اعظم ہمیں نئی دنیا بنانے کا مژدہ سنا رہے ہیں۔ ڈاکٹر کلفورڈ اخوت عالم کی کانگریس میں دنیا کو محبت و امن کے دور دوران کی بشارت دیتے ہیں۔ مگر یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ

نہیں ہو گا۔ ہرگز نہیں ہو گا۔ بالکل نہیں ہو گا۔ جب تک شہزادہ امن اپنے تخت پر پورے جلال پر جلوہ افروز نہ ہوگا اور مشرق و مغرب احمدؐ کے قدموں میں باہمی محبت کے ترانے گاتے ہوئے نہ مل جائینگے۔ یہی وجہ ہے۔ یہی باعث ہے۔ ہاں یہی سبب ہے کہ ابھی

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحر

کا سماں جاری ہے۔

دنیا میں زلزلہ چنانچہ یورپ اور انگلستان میں بڑے زور سے تحریک ہو رہی ہے۔ کہ سرمایہ و مزدوری کی جنگ میں اول الذکر کو شکست دیدی جائے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں کام کرنیوالوں کی سٹرائکوں کا سلسلہ جاری ہے۔ ارباب نشاط بھی اس میدان میں پیچھے نہیں۔ کلرک اور مدرسین بھی کوشاں ہیں۔

پچاس ہزار انجنیروں نے ہفتہ رواں میں کام بند کردیا اور ریلوے والوں کا میر مجلس مسٹر ٹامس بہت بڑا سٹرائک کا سبب "گرانے کی دھمکی دے رہا ہے۔ جرمنی سے صلح تو ہو چکی ہے۔ مگر مردوں کے خون سے کوہستان کے آب رواں ابھی تک کوہ قاف کی پہاڑیوں میں جاری کہا جاتا ہے۔ کہ انور اور چند ترکی جرنل تاتاریوں کو لیکر آرمینیا کے خلاف جدوجہد میں مشغول ہیں) روس کے میدان بھی سرخ ہو رہے ہیں۔ اٹلی و اتحادی سلاطین کے بنائے ہوئے سرویا اعظم کے مابین فیومے کے قضیہ پر ایک جھڑپ ہو چکی ہے۔ ترکی جرنیل مصطفےٰ کامل اور اس کے ساتھی یونان کو ترکی کا کوئی حصہ دئے جانے پر اپنی حکومت سے بگڑ کھڑے ہیں۔ امیر فیصل لنڈن میں آچکے ہیں۔ اور فرانس و انگلستان کے مابین گرماگرم بحث کے بعد شام کی قسمت کا فیصلہ ہونیوالا ہے غریب کسریٰ جس کے ایوانات میں عرصہ سے تزلزل ہے لنڈن آرہا ہے۔ اور کیا کیا لکھوں۔ یہاں وہاں ادہر ادہر سب جگہ زلزلہ ہے ٭

امن کا پیغام اس زلزلے اس سیلاب طوفان بے تمیزی میں ہم اس راست باز کا پیغام پہونچا رہے ہیں۔ جو فرماتا ہے :۔

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے

چنانچہ ہفتہ رواں میں ایت وار کے روز اس ناچیز کا لیکچر "Children of God" یعنے خدا کے بچے " کے مضمون پر ہوا۔ کئی ایک متلاشیان حق یہودی و عیسائی و آزاد خیال موجود تھے۔ تقریر کے بعد سوال و جواب کا موقعہ دیا گیا۔ خوب ایک گھنٹہ تک بحث رہی اور بحث میں برادر قاضی عبداللہ صاحب اور ایک نو مسلم انگریز نے حصہ لیا۔ فوکسٹن میں مسٹر ساگر چند اور چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے اور سوتھ اینڈ آن سی میں مفتی صاحب تبلیغ کا کام کرتے رہے۔

محمد ساگر چند احباب اخبارات کے ذریعہ یہ تو سن چکے ہیں۔ کہ مسٹر ساگر چند بیرسٹر نے اسلام قبول کیا ہے۔ اور یہ کہ ان کے ذریعہ سے ہم اور انگریز دوں نے حضرت مسیح موعود کی صداقت پر اظہار ایمان کیا ہے اب اس سے زیادہ میں یہ سنانا چاہتا ہوں۔ کہ اخویم ساگر چند کے قلب میں تبلیغ احمدیت کا بہت جوش ہے۔ اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام فرط جوش میں "اٹک" کی جگہ "ساگر" کہکر پڑھ دوں اور کہدوں کہ

واہ رے زور صداقت خوب دکھلایا اثر
ہوگیا ساگر نثار دین احمد سربسر

تو اخویم ساگر چند کی موجودہ حالت کا عین عکس ہے وہ ہیسٹنگز میں پیغام حق پہونچا کر (جہاں لوگوں نے انکی تقریروں کے مضامین کی تصدیق کی اور احمدیت سے ہمدردی کا اظہار کیا) اب فوکسٹن میں چوہدری فتح محمد سیال کے ہمراہ [illegible] اور تقریروں کے ذریعہ سے تبلیغ کر رہے ہیں ٭

خوشخبری مگر ہم محتاط ہیں گو احکام خلافت کے ماتحت اور عادت حزم و احتیاط کے باعث ہم ابھی اس تعداد کا اعلان نہیں کرتے۔ جو دل میں صداقت کی قائل ہو چکی ہے۔ اور جنہیں نہایت قابل آدمی ہیں۔ اور نہ ہی ہم ان معتقدین اور ہمدرد لوگوں کو جو دل میں احمدی ہیں۔ اور زبان سے اپنے تئیں احمدی کہتے ہیں۔ اسوقت تک احمدی کہہ سکتے ہیں۔ جب تک کہ وہ باقاعدہ شرائط بیعت کا مطالعہ کرنے کے بعد بیعت کی درخواست پر دستخط ثبت نہ کریں۔ تاہم احباب کے مبارک ہو کہ بعض مقامات پر بہت لوگ واقعی دل میں ایمان لاچکے ہیں اور ظاہراً بھی اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ مگر اعلان کے لئے وقت کے منتظر ہیں۔ احباب دعا کرتے رہیں ٭

واقعی خوشخبری اللہ تعالےٰ کے خاص فضلوں اور محض اسی کی تحریک سے ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ ایک روسی نژاد برطانوی فاضل سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوا ہے۔ سالومن فینیقسے اب وہ محمد سلمان بنگیا ہے۔ الحمدللہ۔

الفضل۔ ان صاحب کا ایک خط بھی آیا ہے جو کسی آیندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

اعلان

جملہ سیکریٹریان انجمنہائے احمدیان سے گذارش کی جاتی ہے۔ کہ از راہ مہربانی بیرونجات سے ایسے لوگوں کو قادیان میں مہاجر بن کر آنے کی ترغیب دیں۔ جو سقے دھوبی کے کام کرتے ہوں۔ اور نیز معلمی (مسلمان قلعی گر) بھی اگر آسکیں تو بھجوائیں۔ ایسے لوگوں کی یہاں اشد ضرورت ہے۔ چار آنہ فی مشک ماہوار کے حساب سے انکو اجرت ملیگی۔ اور بورڈنگ ہوس میں [illegible] ماہوار سقے کو ملیگی۔ جس گھر میں چار مشکیں ہر روز دیجاوینگی وہاں سے ایک روپیہ ماہوار ملیگا۔ علاوہ ازیں صحبت نیک اور فیض قادیان سے مستفید ہونا علیحدہ نعمت الٰہی ہے ٭

عبدالرحمن سکریٹری لوکل انجمن احمدیہ قادیان دارالامان

النظر

مدارج تقویٰ یہ ہمارے موجودہ امام سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ایک تقریر ہے۔ جو حضور نے ۱۹۱۱ء کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر فرمائی۔ اس سے ناظرین اس کی خوبی کا خود اندازہ کرسکتے ہیں۔ اب اسے کتابی شکل میں جناب ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی ایڈیٹر رسالہ "الحق" قادیان نے چھپوایا ہے۔ کاغذ گلابی کتابت و طباعت روشن ہے۔ قیمت ۲/

اظہار الصدق یہ جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب احمدی سکندر آبادی کی ایک تقریر ہے۔ جسے میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے اپنے اخبار سے نقل کر کے کتابی شکل میں چھپوایا ہے۔ خط عمدہ اور کاغذ سفید۔ جیبی سائز۔ صفحہ ۴۴ قیمت ایک روپیہ کے دس۔ میر صاحب موصوف سے مل سکتے ہیں ٭

نماز جنازہ میاں امام دین سکنہ مونگ کے والد میاں کریم بخش فوت ہوگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دار الامان - یکم نومبر ۱۹۱۹ء

فدا کار مسیح موعود حضرت منشی روڑے خانصاحب کا انتقال

آنانکہ گشت کوچۂ جاناں مقام شاں
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام شاں
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
میرد کسے کہ نیست ملاش مرام شاں (مسیح موعود)

افسوس! ہم میں سے وہ اٹھ گیا۔ جس کی فدا کاری کا خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اقرار فرمایا۔ اور جس نے وفا کا وہ نمونہ دکھلایا۔ کہ زندگی میں ہی مسیح موعود کی راہ میں موت اختیار کر لی۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ جو پیکر اخلاص اور تصویر عشق اور مجسمہ وفا تھا۔ اور جس کی زندگی حضرت اقدس کے ان اشعار کی عملی تشریح تھی ؎

ننگ و نام و عزت دنیا زدامان ریختیم
یار آمیزد مگر با ما بخاک آمیختیم
دل بداد یم از کف و جاں بہر لذا ختیم
وز پئے وصل نگارے حیلہ ہا انگیختیم

ہم بہت غم ہے۔ یہ سانحہ واقعی دردناک۔ لیکن ہم اس پر جزع و فزع اور نالہ و فریاد نہیں کرتے۔ اگرچہ دل غم سے اور آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہیں تاہم ہم صبر کرتے ہیں۔ اور اس مصیبت پر خدا کے حکم ماتحت کہتے ہیں

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت منشی روڑے خان صاحب جنکی وفات کی خبر گذشتہ پرچہ میں شائع ہو چکی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے سابقون الاولون خدام میں سے تھے۔ میں آپکے مختصر حالات کو قلمبند کرتا ہوں۔ جو آپ ہی کی زبان سے میں سنتے سنے ہیں ✦

منشی صاحب مرحوم شہر کپورتھلا کے باشندے تھے۔ وہیں پیدا ہوئے اور بڑھے آپ کی ابتدائی تعلیم مکتبوں میں اسی طریق پر ہوئی۔ جو ہمارے ملک میں مروج تھا آپ کے والد نے آپ کو خیمہ دوزی اور کارچوبی وغیرہ کے کام پر بھی لگایا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ ایک عرصہ تک میں نے وہ کام بھی کیا ہے۔ ابھی آپ کی چھوٹی عمر ہی تھی۔ کہ آپ کے والد فوت ہو گئے۔ اور تمام کنبہ کا بوجھ آپ پر آن پڑا۔ اس وقت آپ کو معاش کی تلاش کی فکر ہوئی۔ آپ کچہریوں میں جانے لگے اور وہاں آپکو مذکوریئے[1] کا کام مل گیا۔ آپ احکام لیتے اور دیہات میں پہنچا دیتے۔ اور اس طرح کچھ آمدنی ہو جاتی۔ پھر آپ کو پھر اسی کا عہدہ مل گیا۔ اور کچھ عرصہ تک اسی کام پر رہے ایک عرصہ پھر اسی کا کام کرنے کے بعد خواندہ چپراسی کے طور پر آپ سے کام لیا جانے لگا۔ ایک وقت تک اسی جگہ کام کرتے رہے۔ پھر آپ کو اہلمد کا عہدہ مل گیا۔ جہیں آپ نے تندہی سے کام لیا۔ ان تمام مدارج اور عہدوں میں چونکہ آپ ایک قابل اور دیانتدار کارکن ثابت ہوئے۔ اس لئے افسران بالا ہمیشہ آپ سے خوش رہے اور ترقیات دیتے رہے۔ پھر آپ نقشہ نویس ہو گئے اور حضرت اقدس نے ازالہ اوہام میں جب آپ کا حال لکھا اسوقت آپ نقشہ نویس ہی تھے۔ پھر آپ ترقی کرتے کرتے سررشتہ دار ہو گئے۔ آپ مجھ سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ ریاست کے اکثر اہل قلم میرے شاگرد ہیں۔ اور اس وقت آپ کی قابلیت ایسی مسلم تھی۔ کہ افسر آپکے مشوروں کے بغیر فیصلہ نہ کرتے تھے۔ بہت سے نکتے آپ اشاروں میں حل کر دیتے

---

[1] عام طور پر یہ لفظ ریاستوں میں بولا جاتا ہے۔ "مذکوریا" ہمارے ملک میں اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو ملازم تو نہیں ہوتا لیکن عدالتوں سے اس کو دیہات کے معذات کے متعلق احکامات مل جاتے ہیں۔ اور وہ متعلقہ اشخاص کو پہنچاتا ہے۔ اور اس طرح وہ لوگ اس کو کچھ رقم دیدیتے ہیں۔ عوام اسے "مکڑیا" بھی کہتے ہیں۔ لیکن خواندہ لوگ مذکوریا کہتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ لفظ مذکور کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ یعنی یاد کرانیوالا۔ واللہ اعلم (فقیر شہاب)

تھے۔ آخر آپ ترقی پا کر نائب تحصیلدار ہو گئے۔ اور پھر آپ کو تحصیلداری کے اختیارات دیئے گئے۔ اور پنشن لینے تک بھنگواں تحصیل ریاست کپورتھلا میں تحصیلدار رہے۔ اور اسی عہدے سے ۱۹۱۴ء میں پنشن حاصل کر لی۔ اگرچہ حکام بالا آپ کو ابھی فارغ کرنا نہ چاہتے تھے پنشن لیکر ۱۹۱۵ء قادیان میں آگئے۔ اور پھر اخیر عمر تک یہیں رہے۔

ابتدائے ملازمت سے اخیر تک آپکے پاس حکام بالا کی سندات اور سرٹیفکیٹ تھے۔ جو آپ نے بعض اوقات مجھے دکھائے۔ ان تمام سندات کا ایک بڑا حصہ قادیان میں تھا۔ اور باقی کے متعلق فرمایا کہ کچھ گھر میں ہیں۔ اور کچھ دفاتر سرکاری میں۔ فقیر نے ان سندات کے ایک حصہ کو پڑھا ہے۔ ان سے پتہ لگتا ہے۔ کہ آپنے کس قابلیت اور فرض شناسی سے اپنے کاموں کو سرانجام دیا اور کس طرح حکام آپکے کام پر مطمئن تھے۔ اور ایک قیمتی وجود بلحاظ ایک ماہر اور کام سے واقف شخص ہونے کے آپ کو خیال کرتے تھے۔ مسٹر فرنچ پنجاب گورنمنٹ کے ایڈیشنل سکرٹری جو ریاست کپورتھلہ میں ایک عرصہ تک وزیر رہے ہیں وہ آپ سے بہت خوش تھے۔ جب منشی صاحب پنشن لینے لگے۔ تو وہ رضامند نہ تھے۔ لیکن جب منشی صاحب کی خواہش زیادہ دیکھی تو آپ کو ¾ حصہ تنخواہ کا پنشن کے طور پر دیا اور کہا۔ کہ یہ خاص شخص ہے۔ اس لئے اس کی پنشن میں بھی خصوصیت ہونی چاہیئے۔ چنانچہ آپ کی تنخواہ ۱۰۰ روپیہ تھی اور پنشن ۷۵ روپیہ دی گئی۔ ایک دفعہ مجھ سے فرماتے تھے۔ کہ پنشن لینے کے بعد میں فرنچ صاحب بہادر سے ملا۔ تو انہوں نے ہنس کر کہا کہ تم فقیر ہو گیا۔ میں نے کہا کہ ہاں صاحب! اب میں فقیر ہو گیا۔ آپ چونکہ ریاست میں عزت اور توقیر کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ اور آپ پر حکام کو اعتماد تھا۔ اس لئے خاص ذمہ داری کے کام بھی بعض اوقات آپ کو سپرد کر دیئے جاتے تھے۔ چنانچہ موجودہ مہاراجہ صاحب کپورتھلہ کی جب شادی ہوئی۔ تو لاکھوں روپیہ اٹھا انتظام شادی کے محکمہ کے انچارج منشی صاحب مرحوم ہی تھے۔ ریاست نے آپ کو خانصاحب کا خطاب

دیا تھا۔ ملہم صاحب کا وہ فرمان میں نے پڑھا ہے
جس میں آپ کو خطاب دیا گیا ہے۔ ایک دن مجھے فرمانے
لگے۔ دیکھو خدا نے اس کی (حضرت مسیح موعود کو عام طور
پر اسی طرح یاد کیا کرتے تھے) باتوں کو کیسا سچا ثابت
کیا ہے۔ اس نے میرے متعلق کہا کہ سچائی کے
کاموں کے کرنے میں یہ شخص بہادر ہے۔ اب بہادر
پٹھان ہوتے ہیں۔ میں ذات کا چھینبا (دھوبی حواری)
اس کی بات کو سچا کرنے کے لئے خدا نے مجھے خانصاحب
کا خطاب دلوا دیا ۔

آپ کی ابتدائی ملاقات ۱۸۸۴ء کے بعد حضرت اقدس
سے بٹالہ میں ہوئی۔ حضرت منشی صاحب فرماتے تھے۔ کہ
حضرت اقدس بٹالہ میں مقیم تھے۔ ابھی بشیر اول زندہ تھا
اور اس کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ عیسائیوں کی طرف سے اشتہار
شائع ہوا تھا۔ کہ اگر آپ ملہم ہیں۔ اور خدا آپ سے باتیں کرتا
ہے۔ تو ہم ایک لفافہ میں کچھ لکھ کر رکھینگے۔ آپ خدا
سے پوچھ کر بتا دیں۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ ہاں ہمارا
خدا قادر ہے۔ کہ اپنے بندہ کو مخفی مضمون سے اطلاع دے
میں دعا کروں گا۔ اور میرا خدا انشاءاللہ مجھے بتائیگا۔
لیکن ایک شرط ہوگی۔ وہ یہ کہ جب ہم اس مضمون کو بتلا
دیں۔ تو پادری صاحب کو ایمان لانا ہوگا۔ پادریوں نے
اس شرط کو قبول نہ کیا ۔

اسموقعہ پر حضرت منشی روڑے خانصاحب فرمایا کرتے تھے
کہ پہلے ہم میں مذہبیت بہت تھی۔ ہم مولویوں کے وعظ
کرایا کرتے تھے۔ اور ان کی بڑی خدمت کیا کرتے
اور ہمیشہ ان کی تائید میں سینہ سپر رہا کرتے تھے
مگر یہ بات کسی مولوی یا صوفی میں نہ دیکھی تھی۔ جو اسلامی
اصول کی صداقت کے اثبات کے لئے اس طرح سینہ
ٹھونک کر دشمن کے مقابلے کے لئے کھڑا ہو جائے کہ آؤ
میں ثبوت دیتا ہوں۔ یہ بات تھی۔ جو ہمارے دل میں
بیٹھ گئی۔ اور جس نے ہمیں تمام دنیا سے علیحدہ کر کے
حضرت مسیح موعود سے پیوستہ کر دیا۔ آپ اولین بیعت کنندگان
میں سے تھے ۔

میں نے پوچھا تھا کہ جب حضرت اقدس نے مسیح موعود ہونے
کا دعوے کیا۔ تو آپ کو کچھ گھبراہٹ تو نہیں ہوئی
تھی۔ فرمایا۔ کہ گھبراہٹ تو ان کو ہوتی۔ جنھوں نے
اُس کو دیکھا نہ تھا۔ ہم نے تو اُس کو دیکھ لیا تھا۔
پھر ہم کیوں گھبراتے۔ اس کے منہ نے ہمیں بتا دیا ہوا تھا کہ
وہ سچا ہے۔ اور جو کہتا ہے حق کہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ
ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے ہمارے قدم کو مضبوط
رکھا ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت مسیح موعود کا کوئی
سفر نہیں۔ جس میں میں آپ کے ساتھ نہ رہا ہوں۔ بجز دو تین
سفروں کے۔ ایک تو جب آپ غالباً جہلم گئے تھے
اور دوسرے حضور کا آخری سفر لاہور۔ کہ اس میں خود حضرت
اقدس نے واپس کر دیا تھا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ جب
ہم کپورتھلہ سے آتے تھے۔ اور حضرت اقدس کو آنے
کی اطلاع کر دی ہوتی تھی۔ تو بچوں کو بلاتے۔ بچوں میں
ایک شور پڑ جاتا۔ کہ منشی روڑا آگئے۔ منشی روڑا آگئے
منشی صاحب کی نعش کو غسل دے رہے تھے۔ تو میاں
غلام حسین صاحب رہتاسی جو حضرت اقدس کے وقت
میں باورچی تھے۔ کہا کہ منشی جی جب قادیان آتے۔ تو
بٹالہ سے ہی پیسے توڑا کر لے آتے۔ اور بچوں میں تقسیم
کر دیتے۔ جس سے بچوں میں شور پڑ جاتا۔ حضرت منشی صاحب
نے ایک دفعہ فرمایا۔ کہ اکثر دفعہ میں صاحبزادوں کو قاصد
بنایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میاں بشیر احمد صاحب کو بھیجا
اور حضرت کا دامن پکڑ کر باہر لے آئے۔ حضرت نے
ہنس کر فرمایا کہ منشی جی! آپکے پیادے بڑے سخت
ہوتے ہیں۔ بچوں پر بہت شفقت اور احسان کرتے
تھے۔ اب جب سے پنشن لے کر قادیان آئے تھے بہت
سے بچے بچیوں کو کچھ نہ کچھ دیتے رہتے تھے ۔

جب حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب جمالی
نعمانی کا "تذکرۃ المہدی" شائع ہوا۔ تو فقیر شہاب نے
اس کا تذکرہ حضرت منشی صاحب سے کیا۔ فرمایا کہ میں بھی
دیکھونگا۔ اُسے پڑھا۔ تو کہنے لگے۔ کہ مکمل نہیں۔ پیر صاحب
کو چاہیے تھا۔ کہ جب تذکرہ لکھنے بیٹھے تھے۔ تو وہ
خط و کتابت اور اشتہارات بھی درج کرتے۔ جو دہلی
میں مولوی نذیر حسین کے مقابلہ میں حضور کی طرف سے لکھے اور شائع کئے گئے تھے
دہلی کے سفر کے ذکر کے دوران میں فرمایا کہ ہم
ہی حضرت اقدس کی طرف سے قاصد ہوتے تھے۔ جو خط
لے کر مولوی نذیر حسین کے پاس جاتے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ
جب حضرت اقدس دہلی جانے لگے۔ تو ہمیں لکھا۔ کہ میں
دہلی جا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے دوست بھی میرے
ساتھ ہوں۔ جسوقت حضرت صاحب کا یہ خط ملا ہم کپورتھلہ
والے کئی اشخاص وہاں پہونچ گئے (جنہیں قابل ذکر حضرت
میاں محمد خان صاحب مرحوم اور ان کے بھائی غالباً دوست محمد
اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب تھے۔ شہاب) فرمانے
لگے۔ کہ ہم لوگ جب کہیں حضرت جاتے تھے تو حضور کو حلقہ
میں لئے رہتے تھے۔ اور اسوقت جتنے آدمی حضرت کے
ساتھ تھے۔ ان میں اکثر بڑے تنومند اور توانا تھے۔ جن کو
دیکھ کر دلی کے بانکے سرد ہو جاتے تھے۔ یوں تو وہ بہت
شور مچاتے۔ لیکن کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ حضرت پر ہاتھ
ڈالے۔

فرماتے تھے۔ کہ جب آتھم کا واقعہ ہوا۔ اور اس نے پیشگوئی کی
شرط سے فائدہ اُٹھایا۔ اور میعاد ختم ہوئی۔ تو ہم لوگ قادیان
میں تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ بھائیو! یہ موقعہ ہے
مدد دینے کا۔ چنانچہ ہم کپورتھلے والوں نے ایک بڑی رقم
حضور میں پیش کی۔ حضور بہت خوش ہوئے۔ پھر فرمایا کہ
ہم نے پیشگوئیوں کے لئے تم سے نہیں مانگا تھا۔ بلکہ اس کی
اور یہی باتیں تھیں جسنے ہمیں اس سے پیوستہ کر دیا تھا۔
آتھم کا موقعہ وہ تھا۔ جبکہ جماعت میں ایک سخت زلزلہ آیا تھا۔
اسوقت بہت لوگ ابتلاء میں پڑ گئے تھے۔ اس حالت کو مشاہدہ
کر کے حضرت اقدس نے انوار الاسلام میں لکھا تھا۔ کہ میں نہیں
جانتا۔ ابھی مجھے کون کون سے خطرناک اور پُر خار وادیے
پیش ہیں۔ جنکے پاؤں نازک ہیں۔ ان کو وداع کا سلام ہیں۔
اس نازک موقعہ پر ...... مدد پیش کرنا منشی صاحب
کے ایمان کا کمال ہے۔ اور اس سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ
انہیں کیا درجہ اخلاص حاصل تھا ۔

منشی صاحب نے مجھے بارہا بتایا کہ جب میں قادیان آتا تو
اور کسی سے نہیں ملا کرتا تھا۔ یکہ سے اتر کر حضرت کی ڈیوڑھی
پر پہنچ جاتا تھا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا۔ کہ آتا اور اگر حضرت سے
ملتا۔ اور واپس لوٹ جاتا۔ حضرت فرماتے۔ منشی جی اتنی
جلدی۔ میں عرض کرتا۔ حضرت میں زیارت ہی کے لئے آیا تھا

اسپر حضرت اقدس کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

در حقیقت بس است یار یکے
دل یکے جاں یکے نگار یکے

فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب ذرا فراغت ملتی۔ تو گھر سے یکہ منگواتا۔ اور کچہری کے ختم ہوتے ہی قادیان کو دوڑ پڑا کرتا تھا۔ سید عزیز الرحمٰن صاحب بریلوی مہاجر قادیان جو پہلے کپورتھلے میں ملازم تھے۔ فرماتے ہیں۔ کہ جب کبھی ایک آدھ دن کی رخصت ملتی۔ یا پاس کوئی رقم ہوتی۔ تو ہم سے کہتے چلو کیا ابھی تمہارا نشہ نہیں اُترا۔ ہم میں سے اگر کوئی کہتا۔ منشی جی ہاتھ تنگ ہے۔ تو بہت خفا ہوتے اور کہتے فوراً میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ جب قادیان آنے لگتے۔ تو ہمیشہ نئے نئے رستوں سے آتے اور ہر دفعہ کے لئے نیا تحفہ حضرت کے حضور پیش کرنے کی تجویزیں کرتے۔ کہ اس دفعہ یہ چیز پیش کرینگے۔ اس دفعہ یہ۔

ایک دفعہ حضرت منشی صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت اقدس سے ہم نے درخواست کی۔ کہ حضور کپورتھلے تشریف لائیں۔ آپ نے اسوقت یا کسی اور وقت آنے کا وعدہ فرمالیا اور تاریخ لکھدی۔ لیکن ریلوے کی کسی خرابی کے باعث اُسوقت حضور نہ پہونچ سکے۔ ہم لوگوں نے حضرت کے استقبال کا بڑا انتظام کیا تھا۔ وہ انتظام کوئی کام نہ آیا۔ کپورتھلے حضرت اقدس کسی دوسرے وقت نہایت خاموشی سے شہر کپورتھلہ میں پہونچ گئے۔ اور شیخ کی مسجد میں جاکر ایک چٹائی پر لیٹ گئے۔ کسی ذریعہ سے ہمیں اطلاع ملی کہ حضرت آگئے ہیں۔ تو ہم لوگ دوڑے ہوئے گئے آپ بڑی خوشی سے ملے۔ ہم نے عرض کیا حضرت تکلیف ہوئی ہوگی۔ فرمایا نہیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ہمنے وہاں حضرت کی تقریر کا انتظام کیا۔ جب تقریر ہو رہی تھی۔ تو ایک مولوی نے کچھ زبان درازی اور بدگوئی شروع کی۔ میں نے ایک احمدی کو اشارہ کیا۔ اُسنے مولوی صاحب کو پکڑ کر احاطہ سے باہر کر دیا۔

آپ فرماتے تھے۔ کہ جب ہم قادیان میں آتے تو مسجد میں ایسی جگہ کپڑا رکھ دیتے۔ جہاں حضرت اقدس کے قریب بیٹھ سکیں۔ نماز ختم ہوتی۔ اور ہم حضور کے پیروں کو دبانے لگ جاتے۔ بعض دفعہ میں آپ کا پیر دبانے کے لئے کھینچ لیتا۔ اور بعض دفعہ جونہی کہ میں ہاتھ بڑھاتا حضرت خود میری طرف پیر کو بڑھا دیتے۔

ایک دفعہ کے جلسہ کا ذکر سناتے تھے۔ کہ مجمع کثیر تھا اور جلسہ کا انتظام مسجد اقصیٰ میں تھا۔ ہم بڑی دقت سے حضرت تک پہنچے تھے۔ شیخ یعقوب علی صاحب نے حضرت سے عرض کیا۔ کہ حضرت باہر لوگ حضور کی زیارت کے لئے بے قرار ہیں۔ میں نے حضرت کا دامن پکڑ لیا جس سے مطلب تھا کہ ہم باہر نہیں جانے دیتے۔ حضرت میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور نہایت محبت بھرے الفاظ میں متبسم ہو کر فرمایا۔ نہیں منشی جی۔ میں وہاں نہیں جاتا۔

فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت اقدس نے مجھے کہا کہ منشی جی لوگ دعا کے لئے لکھتے ہیں۔ آپ کیوں نہیں لکھتے میں نے عرض کیا۔ حضور! میں جانتا ہوں کہ حضور کا وقت بہت قیمتی ہے۔ جتنا وقت حضور میرا خط پڑھنے میں لگائینگے۔ اتنے عرصہ میں دین کا کوئی اہم کام کرینگے۔ باقی رہی دُعا۔ اگر حضور کے دل میں ہم نے جگہ پیدا کرلی ہے اور حضور کو ہم سے محبت ہے۔ تو ہمارے بغیر عرض کرنے کے بھی حضور اپنی دعاؤں میں ہمیں نہیں بھولیں گے آپ نے فرمایا کہ یہی ایک بات ہے۔ جو ہم نے کی ہے۔ وہ یہ کہ ہم نے اسکو سب سے مقدم کیا ہے۔ ایک دفعہ آپ فرمانے لگے۔ کہ سنو! میں تمہیں ایک نکتہ سناؤں۔ اور پھر حضرت اقدس کا یہ شعر پڑھا ؎

اے عزیزاں مدد دین متیں آں کاریست
کہ بصد زہد میسر نشود انساں را

یہ شعر پڑھ کر فرمایا۔ کہ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ اور تمام عمر اسی پر کاربند رہا ہوں۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ حضرت اقدس کی باتیں کرتے اور اس شان سے کرتے۔ کہ سننے والا محسوس کرتا کہ اس شخص کا دل اور سینہ محبت صافی کا چشمہ ہیں۔ زبان سے جو لفظ نکلتا تھا عشق کے عطر خالص سے معطر ہوتا تھا۔ جب حضرت اقدس کے وقت میں منشی صاحب قادیان میں آتے۔ تو حضرت اقدس آپکے کھانے کا زنانہ میں انتظام کراتے تب آپ قادیان میں ایک نہایت چھوٹی اور تاریک کوٹھڑی میں [illegible] دیوانگان محبت کے لئے پیروں بیٹھنا [illegible] سے بدرجہا بہتر تھا۔

ایک دفعہ میں نے ہنس کر کہا کہ بابا کبھی رشوت تو نہیں لی تھی۔ منشی صاحب پر ایک خاص قسم کی سنجیدگی جو جوش صداقت سے مملو تھی۔ طاری ہوگئی۔ اور آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ میں نے جب تک نوکری کی اور جس طرح اپنے فرض کو ادا کیا۔ اور جس دیانت سے کیا ہے۔ اور جو فیصلے کئے ہیں۔ جس صداقت اور ایمانداری کے ساتھ کئے ہیں۔ اور جس طرح ہر قسم کی نجاستوں سے اپنے دامن کو بچایا ہے۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ اگر ان کو سامنے رکھ کر میں خدا سے دعا کروں۔ تو ایک قادر انداز کا تیر خطا کر سکتا ہے۔ لیکن میری وہ دعا ہرگز خطا نہیں کر سکتی۔

اس کے متعلق ایک تازہ واقعہ ہے۔ جو میرے نزدیک یہاں ضرور درج ہونا چاہیئے۔ وہ یہ کہ ۳۔ ستمبر ۱۹۱۵ء کو میں بیمار ہونے کے باعث تبدیل آب و ہوا کے لئے اپنے وطن مالیر کوٹلہ گیا۔ ۴۔ ستمبر کو جب لدھیانہ سے مالیر کوٹلہ جانیوالی گاڑی میں سوار ہوا۔ تو اس میں ایک لالہ صاحب اپنے بچوں اور بھائی کے ساتھ بیٹھے تھے۔ بہت اخلاق سے باتیں کرتے رہے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ وہ ریاست کپورتھلے کے ساہوکار اور متمول بھاری تھے۔ جو ریاست کے سب سے مالدار شخص ہیں۔ اور جن کا کاروبار لاکھوں روپیہ کا ہے۔ اور جن کا لین دین ریاست سے ہے۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے کہا قادیان سے۔ انہوں نے پوچھا کہ منشی اروڑے خان تو خیریت سے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں خیریت سے ہیں۔ پھر وہ کہنے لگے۔ کہ وہ بڑی خوبیوں کے شخص ہیں۔ ہمارے انہوں نے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ مگر مجال ہے۔ کہ ایک پیسہ بھی ناجائز ہم سے لیا ہو۔ اسی طرح اور باتیں منشی صاحب کی خوبیوں کی بیان کرتے رہے۔ جنمیں آپکے خیر خواہ خلق اور دیانتدار اور فرض شناس ہونے کے قصے تھے۔

آپ کو مجھ سے محبت تھی۔ مجھ کو جب موقعہ ملتا تو آپ کے پاس جا بیٹھتا۔ اور پہروں آپ سے باتیں کرتا

جب اُٹھنے کی کوشش کرتا۔ تو آپ محبت کے تقاضا سے فرماتے بیٹھ جاؤ۔ پھر اُٹھتا۔ تو تبسم ہوکر جھڑک دیتے۔ اور مجبور ہو کر میں عرض کرتا۔ بابا فلاں کام میں دیر ہوتی ہے۔ فرماتے کوئی دیر نہیں ہوتی تم بیٹھے رہو۔ جب آپ مسجد مبارک سے اُترتے۔ اور میں ساتھ ہوتا۔ تو میرے کندھے پر سہارا لگاتے۔ اور آہستہ آہستہ اُترتے جاتے تھا۔ کہ جن دنوں حضرت خلیفۃ المسیح درس دیتے۔ تو آپ وہاں بیٹھتے۔ جہاں آکر حضرت امام کھڑے ہوتے ہیں۔ جونہی حضرت آتے۔ تو آپ کھڑے ہو جاتے۔ چونکہ ریاست کے باشندہ تھے۔ اس لئے آنکھیں نیچے کئے ہوئے منکسر سلام کے لئے ہاتھ بھی اٹھاتے تھے۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب کے درس کو بھی بہت پسند کرتے تھے۔ حضرت حافظ صاحب کی یہ ادا مرحوم کو بہت ہی پسند تھی کہ جن آیت کے معنے حضرت مسیح موعود نے کئے ہوں حافظ صاحب اپنے درس میں وہ ضرور بتاتے ہیں۔ صبح کے وقت حضرت اقدس کی کتب کا درس ہوتا۔ تو اس کو ضرور سُنتے۔ دن بھر کا مشغلہ یہی تھا کہ پانچوں نمازیں مسجد مبارک میں پڑھتے۔ اور اذان سے پہلے ہی مسجد میں آ جاتے۔ اور سارا دن قرآن شریف پڑھتے رہتے۔ مسجد میں پہلی صف میں دائیں طرف دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھتے۔ کئی برس سے بیٹھ کر نماز پڑھتے۔ قرآن کتاب ساتھ رکھتے۔ جتنا [illegible] حضرت خلیفہ ثانی [illegible] قرآن پڑھتے رہتے تھے۔ اور قرآن شریف کے دو دو تین تین پاروں کے اجزاء بنائے ہوئے تھے۔ جو جزو پڑھتے۔ اس کو ساتھ رکھتے۔ باقی کوٹھڑی میں پڑا رہتا۔ جب میں کوٹھڑی میں جاتا۔ تو اکثر حضرت اقدس کی درثمین فارسی اور اُردو نظموں کے اشعار سُناتے۔ اور پہروں سناتے رہتے۔ آپ کو حضرت کے سینکڑوں اشعار یاد تھے۔ اور گفتگو میں اکثر حضور کے شعر پڑھتے۔ اور اس شان سے پڑھتے۔ کہ شعر کا مضمون ان کی آنکھوں اور چہرے سے ایک انجان بھی پڑھ لیتا تھا۔ حضرت کے ذکر پر فوراً آنکھوں میں پانی بھر آتا تھا۔ آپ پسند نہ کرتے تھے۔ کہ کوئی شخص حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں کسی دوسرے شخص کا ذکر کرے۔ بلکہ میں تو یہ بات بھی لکھنے کے لئے تیار ہوں۔ کہ انھیں حضرت اقدس کی کتب کی بہت سی عبارات ازبر تھیں۔ موقعہ بموقعہ عبارتوں کی عبارتیں فرفر پڑھ دیتے۔ ایک دفعہ ایک صاحب نے قرآن کریم کی ایک آیت کے معنے بیان کئے۔ بابا صاحب بہت ناراض ہوئے کہا کہ یہ تو حضرت اقدس کے خلاف ہیں میں نے عرض کیا کیونکر۔ فوراً آئینہ کمالات اسلام منگوا کر وہ مقام نکالکر مجھے دیا کہ پڑھو۔

ایک دفعہ میں ایک غیر احمدی سے بحث کر رہا تھا اثنائے بحث میں اس نے کہا کہ ہمارا تو حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود ماننے کر کوئی نقصان نہیں ہوا۔ کیونکہ قبل از احمدیت ہم دین سے بے بہرہ اور احکام شریعت کے پابند نہ تھے۔ لیکن حضور کے خدام میں داخل ہوکر دین کو جانا اور احکام کو مانا ہے۔ اور حتی الوسع پابند بھی ہیں۔ پس اگر خدانخواستہ مرزا صاحب کا دعویٰ صحیح نہ ہو تو ہمارا کیا نقصان؟ کیونکہ انہوں نے ہمیں بددینی سے نکالکر دین پر قائم کیا ہے۔ میری اس بات کو سن لیا اور مجھ سے بہت ناراض ہوئے۔ اور اتنے ناراض۔ کہ جب میں ملنے گیا۔ تو غصہ میں بات تک نہ کی۔ میں ادا سمجھ گیا۔ کہ ناراض ہیں۔ میں نے کہا بابا خطا؟ کہنے لگے۔ تم نے یہ وہم بھی کیوں کیا کہ مرزا صاحب جھوٹے ہو سکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا بابا۔ میں نے جھوٹے ہونے کا وہم نہیں کیا۔ میں تو اس کو کفر سمجھتا ہوں کہ ایسا خیال بھی دل میں آئے۔ یہ تو دشمن کو ساکت کرنے کے لئے بطور تنزل ایک بات تھی۔ کہنے لگے تمہاری زبان پر یہ لفظ آیا ہی کیوں۔ سنو وہ جھوٹا نہیں تھا وہ سچا تھا۔ اس کے لئے اگر ہمیں ضرورت پڑے۔ تو ہم بہشت کو اس پر قربان کر دینگے۔ میں نے کہا بابا میں آئندہ ہمیشہ یہ طریق اختیار رکھونگا۔ تب صفائی ہوئی۔

آپ کو اہل بیت مسیح موعود سے اتنا خلوص اور عقیدت تھی۔ کہ جس کی انتہا نہیں۔ اُم المؤمنین جب منشی صاحب کی کوٹھڑی کے پاس سے گذرتیں۔ تو منشی صاحب کھڑے ہو جاتے۔ اور السلام علیکم عرض کرتے

مجھے ایک واقعہ سید عزیز الرحمن صاحب نے بتایا کہ حضرت اقدس کی وفات کے بعد جناب میر ناصر نواب صاحب کچھ رقم چندہ کے لئے گئے۔ منشی صاحب مرحوم سے بھی۔ آپ نے دو روپیہ دیئے اور کہا کہ یہ آپ کی نذر ہے۔ میر صاحب نے فرمایا کہ میری نذر تو ہوئی۔ انجمن کے لئے دو۔ دو پونڈ نکلے کہ حضرت ام المؤمنین کی خدمت میں پیش کر دیں۔ میر صاحب نے کہا کہ چندہ۔ آپ نے کہا کہ اور میں نہیں جانتا۔

جب حضرت خلیفہ ثانی یا کسی دوسرے صاحبزادے کا بچہ پاس سے گذرتا تو کہتے میاں! بابے کو سلام نہیں کرتا اور بہت خوش ہوتے۔ میں کہاں تک باتیں گنواتا جاؤں غرض وہ شخص اخلاص اور محبت کا مجسمہ اور نیکی و تقویٰ کا متحرک وجود تھا۔ ایک دفعہ میرے ایک محترم نے مجھے کہا کہ تم بابا صاحب سے میرے ایک خاص مقصد کے لئے دُعا کراؤ۔ میں نے عرض کیا۔ کہنے لگے دُعا کروں گا۔ میں کہتا رہا۔ آپ وعدہ کرتے رہے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ ابھی انشراح نہیں ہوا۔ رات دعا کرنے لگا تھا۔ طبیعت متوجہ نہ ہوئی۔ اور رک گئی۔ پھر دُعا کے لئے منتظر رہا۔ اسی طرح ایک لمبا عرصہ گذر گیا۔ کہ انہیں صاحب کا ایک خط میرے نام آیا۔ کہ بابا صاحب سے سلام کہو اور دعا کراؤ۔ عصر کا وقت تھا۔ اور مسجد مبارک کے جنوبی دروازے میں پیچول کے پاس قرآن پڑھ رہے تھے۔ میں پاس گیا۔ میں نے عرض کیا۔ فرمانے لگے۔ میں نے دعا کی ہے۔ ان کو لکھ دو کہ انشاء اللہ تمہارا کام ضرور ہو جائیگا۔ اتنا کہکر خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ تم ضرور لکھ دو کہ تمہارا کام ضرور ہو جائے گا۔ میری دُعا خدا نے سن لی ہے۔ میں نے انہیں خط لکھ دیا۔ تیسرے دن خبر آئی۔ کہ ان کا وہ کام ہو گیا۔ بابا صاحب نے یہ بات سن لی۔ مجھے آوازیں دیں۔ اے میاں مہر خان۔ اے میاں مہر محمد خان۔ میں دوڑتا ہوا گیا۔ اور لپٹ گیا۔ کہنے لگے کیوں؟ میں نے کہا۔ بابا۔ آپ کی دعائیں مستجاب ہوئیں۔

میرے ایک معزز و محترم دوست نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے جتنے صوفی منش نومسلموں کو دیکھا ہے۔ ان پر منشی صاحب کا ایک خاص رنگ تھا۔ وہ ابھی رستہ میں نہ تھے بلکہ ایک مقام پر پہنچے تھے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے ایک بات بتائی۔ کہ

میں جب ملتا۔ تو کبھی ہاتھ پیر دبانے لگتا۔ تو مجھے اس قسم کی خدمت کا موقع دیتے۔ اور بہت سی باتیں مجھے بتاتے بعض دفعہ میں خیال کرتا کہ میری کوتاہیوں کے باعث مجھ سے ناراض ہونگے۔ لیکن جب میں ملتا۔ تو اسی خندہ پیشانی سے ملتے تھے میں اس بات کو سوچ رہا تھا کہ اس میں کیا بات ہے۔ ایک دن خود انہوں نے بتایا کہ میں کسی شخص پر امید نہیں رکھتا۔ امید صرف خدا سے ہے اس لئے اگر کوئی ملتا ہے یا خدمت کرتا ہے۔ تو اس سے خوش ہوتا ہوں۔ اگر نہیں ملتا تو خیر۔ جب آدمی امید باندھتا ہے۔ تو نقصان اٹھاتا ہے۔ ان دوستوں نے بتلایا۔ کہ منشی صاحب کی گفتگو میں نکتے ہوتے تھے۔ جن کو ان کے اکثر ملنے والے بھی نہیں سمجھتے تھے۔

آپ کو جسقدر پنشن آتی تھی۔ اس میں سے ایک حصہ اپنے خرچ کے لئے رکھ کر باقی تمام سلسلہ کی خدمات کے لئے پیش کر دیتے تھے۔ اور عیدین کے موقع پر حضرت خلیفۃ ثانی کی خدمت میں ضرور نذر پیش کیا کرتے تھے چنانچہ اب کی دفعہ عید الفطر کے موقع پر جب باغ میں نماز عید سے فارغ ہو کر گھر کو حضرت امام واپس آئے۔ تو اسوقت فقیر بھی حضرت کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں منشی صاحب نذر کا روپیہ لئے کھڑے تھے۔ جب حضرت برابر پہنچے تو وہ نذر نہایت ادب سے پیش کر کے حالت تبسم میں پیچھے ہٹ گئے۔

یہاں پر جتنا عرصہ رہے۔ قریباً الگ تھلگ رہے۔ ملاقات بھی تو ان چند بزرگوں سے جو مسیح موعود کے اولین خدام میں سے ہیں۔ آپ کا کھانا صرف روٹی بورڈنگ میں بقیمت پکتی تھی۔ سالن کا اہتمام خود کرتے تھے۔ ایک دفعہ توا خریدا تھا کہ روٹی بھی خود پکایا کرونگا مگر روٹی نہ پک سکی۔ چارپائی کے برابر خاصہ راکھ کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ اور کوٹھڑی کے ایک گوشہ میں اپلے جمع ہوتے تھے۔ آج تک تو یہ شاعرانہ خیال تھا کہ دھونی رما کر بیٹھنا۔ مگر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اس طرح دھونی رما کر بیٹھا کرتے ہیں۔ اور بہت سے مٹی کے برتن جنمیں دو چار دھات کے بھی تھے۔ وہاں پڑے رہتے تھے۔ مجھے ایک دن فرمانے لگے۔ میں جب کچہری سے آتا۔ تو تہبند باندھ کر چارپائی پر بیٹھ جاتا۔ پاجامہ ملازم اتارا کرتا تھا۔ اب میں اس رنگ میں ہوں یہ ان ایام کا کفارہ ہے۔

اب تو لباس بہت ہی ادنیٰ درجہ کا رکھتے تھے گرمی کے موسم میں سر پر ایک کلاہ نما ٹوپی نماز کے وقت۔ اور ایک قسم کی لنگی اور کرتا جو یونہی مونڈھوں پر پڑا رہتا تھا اور سردی میں سر پر لونگی۔ اور گرم پاجامہ اور ایک کہنہ گرم کوٹ۔ اور اوپر ایک لوئی۔

آپ کا حلیہ یہ تھا۔ قد درمیانہ معمولی سے کسی قدر نکلتا ہوا۔ رنگت جوانی میں تو بہت گوری ہوگی۔ لیکن اب بھی باوجود بڑھاپے اور اس قسم کی زندگی کے جو انہوں نے اختیار کی ہوئی تھی۔ گوری تھی۔ چہرہ گول اور چوڑا۔ سر بڑا کشادہ پیشانی آنکھیں بڑی بڑی اور نہایت خوبصورت ناک سیدھی لمبی جوانی میں بہت بڑا تن و توش تھا۔ جس کے آثار اب تک نمایاں تھے۔ بہت سے دانت اکھڑ گئے تھے۔ کبھی کبھی داڑھوں میں درد کو بطور علاج وسمہ لگاتے۔ اور اس کے لئے پان بھی کھانا شروع کیا تھا۔ وفات کے وقت آپکی عمر جیسا کہ منشی عبد الرحمن صاحب کپورتھلوی نے بتایا۔ بہتر سال تھی۔ منشی عبد الرحمن صاحب نے بتایا کہ مجھ سے تین برس چھوٹے تھے۔ اور اب میری عمر ۷۵ سال ہے۔

قادیان میں فقیرانہ اور مستانہ شان میں رہتے تھے کوئی شخص جو جانتا نہو۔ وہ کبھی وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ شخص تحصیلدار رہا ہے۔ آپ کی مرغوب غذا گوشت تھی آپ قادیان میں آنے کے بعد سنہ ۱۹۱۸ء میں سخت بیمار ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ مایوسی ہو گئی تھی۔ لیکن یہ خوش تھے کہ اب محبوب سے جدائی کی گھڑی ختم ہوتی ہے۔ آپ کے عزیزوں نے اسوقت لیجانا چاہا۔ لیکن نہ گئے۔ اور کہا کہ مرنے کے لئے تو یہاں آیا ہوں۔ اب جب وقت آیا تو تم یہاں سے لیجانا چاہتے ہو۔ اسوقت تندرست ہو گئے۔ اب کچھ دنوں سے کان میں درد تھا۔ ۲۳۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء کی بات ہے۔ کہ مسجد مبارک میں ظہر کی نماز کے بعد میں نے کہا بابا کیا حال ہے۔ خاموش رہے۔ مگر ہاتھ سے کان کی طرف اشارہ کیا۔ اور کان اور جبڑے کے گرد اگرد انگلی سے دائرہ بناکر بتایا کہ درد ہے۔ اس کے علاج کے لئے پچکاری وغیرہ کرواتے تھے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔ اسلئے وسمہ لگایا اور دو تین دفعہ لگایا۔ اب سفید داڑھی سیاہ ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر بتاتے ہیں کہ یہ اسی کا فساد تھا۔ پرسوں جمعرات کو مغرب تک کی نماز مسجد مبارک میں پڑھی۔ عشاء کی نماز میں شامل نہیں ہوئے۔ جمعہ سے قبل حالت خراب پائی گئی۔ مگر ہوش کسی قدر قائم تھے۔ جیسا کہ میاں فقیر محمد صاحب اعوی (مالیرکوٹلوی) ملازم حضرت ام المومنین نے بتایا کہ انہوں نے نو دس بجے کے قریب دریافت کیا کہ آپ کچھ کھائینگے۔ کہا نہیں۔ پانی پلا دو۔ جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح مع ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب آپکی کوٹھڑی میں گئے۔ نبض دیکھی گئی چمچے کے ذریعہ دودھ دیا گیا۔ آنکھیں کھلی تھیں۔ بخار زور کا تھا۔ ہوش بجا نہ تھے۔ سانس اکھڑی ہوئی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح جمعہ کے بعد سے عصر کے وقت تک ڈیڑھ گھنٹہ منشی صاحب کے پاس اسی کوٹھڑی میں بیٹھے رہے۔ مناسب دوائیں وغیرہ دی گئیں۔ مگر ہوش بجا نہ ہوئے۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا بیان ہے کہ دماغ کی کوئی شریان پھٹ گئی۔ اور تمام دماغ میں خون پھیل گیا۔ اور اس کے پھٹنے کا باعث بار بار وسمہ لگانا اور اس پر بار بار نہانا تھا۔ اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کا خیال ہے۔ کہ یا تو شریان پھٹ گئی یا بوجہ زیادہ نہانے کے سردی لگ گئی۔ اور نمونیا ہو گیا۔ دونوں باتوں کا احتمال ہے۔ کیونکہ آثار ایک سے تھے۔ بہر حال رات کے ساڑھے بارہ بجے تک ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب تیمارداری میں لگے رہے۔ لیکن کوئی فائدہ نہوا۔ اور دمبدم حالت نازک ہوتی گئی۔ ساڑھے بارہ بجے ڈاکٹر صاحب مولوی عطا محمد صاحب کمپونڈر کو حضرت منشی صاحب کے پاس چھوڑ کر اپنے مکان پر گئے۔ ڈاکٹر صاحب کے جانے کے آدھ گھنٹہ بعد ۲۴ اور ۲۵۔ اکتوبر کی درمیانی شب کو بوقت ایک بجے مسیح موعود کے اس عاشق کی روح جسد خاکی سے پرواز کر کے اپنے مولا اور مولا کے پیارے مسیح موعود سے جاملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہفتہ کے روز قریباً نو بجے آپ کو اسی کوٹھڑی کے پچھواڑے جسمیں آپ رہتے تھے۔ حضرت ام المومنین کے ایک مکان کے احاطہ میں میاں شیخ محمد صاحب نومسلم

نے غسل دیا۔ غسل کے وقت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلوی اور سید عزیز الرحمٰن صاحب بریلوی اور چند اور احباب موجود تھے۔ جنازہ تیار کر کے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں لایا گیا۔ احباب جمع ہونے لگے حضرت خلیفۃ ثانی کو اطلاع دی گئی۔ حضرت نے فرمایا۔ ظہر کے بعد نماز جنازہ پڑھیں گے۔ چونکہ منشی صاحب مرحوم کی لڑکی کو بلانے کے لئے حضرت نے مفتی فضل الرحمٰن صاحب کو بٹالہ بھیجا تھا جو ظہر کے بعد دارالامان آگئی عصر کی نماز کے بعد جنازہ مدرسہ احمدیہ میں حضرت خلیفۃ ثانی نے جنازہ قریباً چار سو احمدیوں کے ساتھ پڑھا۔ جنازہ پڑھانے کے بعد بہشتی مقبرہ دور تک حضرت نے جنازہ کو سہارا دیا۔ مگر چونکہ حضرت رات سے علیل تھے اور نمازوں میں بھی شامل نہ ہو سکے تھے۔ اس لئے آپ واپس چلے گئے۔ بہشتی مقبرہ میں حضرت نے خصوصیت سے حضرت اقدس کے قریب منشی صاحب کے لئے قبر تیار کرائی جو حضرت مسیح موعود کے دائیں طرف ۱۲ گز کے فاصلہ پر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے برابر ہے۔ سورج سے پہلے آپ کو دفن کر کے احباب اپنے مکانات کو واپس آگئے۔

شہاب ثاقب کا مقام ہے۔ وہ آسمان جو خدا نے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تیار کیا۔ ایک ایک کر کے اس کے تابناک ستارے ٹوٹ رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اس آسمان کو ہمیشہ مزین رکھا جائے گا لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ ایسے روشن ستارے پیدا نہیں ہونگے۔ اگر ہونگے تو کم۔ ابھی سینکڑوں نہیں ہزاروں ہیں۔ جنھوں نے اس بدر کامل سے نور حاصل کیا ہے۔ جو مسیح موعود علیہ السلام کے نام سے دنیا میں ظاہر ہوا تھا۔ کیا تمہارا فرض نہیں کہ تم زندگی بھر ان کے پروانے بنے رہو۔ اور ان سے لے لو۔ جو لے سکتے ہو۔ اب مسیح موعود دنیا میں نہیں آئے گا پس یاد رکھو۔ کہ یہ لوگ بھی دوبارہ دنیا میں ظاہر نہ ہونگے پھر کیا تم ان کے انفاس طیبات کو غنیمت نہیں سمجھو گے خدایا ان بزرگوں کو جو باقی ہیں۔ لمبی لمبی عمریں عطا فرما کر دنیا کو دیکھ دیکھ کر اپنی آنکھوں کو منور اور مسیح موعود کی یاد سے دلوں کو شاد کیا کرے کہ یہ لوگ آج دنیا میں اس کی زندہ یادگاروں میں سے ہیں ۔

اچھا! ہم سے جدا ہونیوالی اے مقدس ہستیو! تم پر سلام۔ اے پاک روحو! تم پر سلام۔ تم بہشت جاودان اور اپنے رب کی رضا کے جنت میں ہو۔ موت سے دنیا ڈرتی ہے مگر تمہارے لئے پیغام وصال ہے۔ اس لئے ہم تمہارے مرنے کو مرنا نہیں زندگی کہتے ہیں۔ سچ ہے کہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
میرد کسے کہ نیست پرستش مرام شاں

ایک نومسلم کا پیغام
مسلمانان ہند کے نام

اگر اسلام کی پیدائش کے زمانہ کے مسلمان عرب اپنے مذہب کے پھیلانے میں اسقدر جوش و ایثار سے کام نہ لیتے جس کا علم سارے زمانہ کو ہے۔ تو شاید ہندوستان کے باشندوں نے اسلام کا کبھی نام بھی نہ سنا ہوتا لیکن جب عربوں نے دیکھا۔ کہ ہر چہار طرف دنیا میں کفر و شرک کی تاریکی ہے۔ تو انہوں نے اس روشنی کو جو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عرب میں اتاری تھی۔ ساری دنیا میں پھیلا دیا۔ اور آناً فاناً اسلام چین۔ ہندوستان۔ فارس۔ مسپتامیہ۔ ترکستان مصر ٹیونس۔ مراکو۔ ٹریپلی۔ سپین۔ اٹلی۔ گویا ساری دنیا میں پھیل گیا۔ اب جبکہ خدا نے جو وعدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا۔ وہ ایک نبی بھیج کر پورا کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود ہ فرماتے ہیں :۔

وہ خدا جس نے نبی کو تھا زر خالص دیا
زیور دیں کو بناتا ہے وہ اب مثل سنار

مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے عربوں کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کو ساری دنیا میں پھیلا دیں۔ میں ہندوستان کے مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ اب مذہب ساری دنیا میں ایک قسم کا ڈھکوسلا بن گیا ہے۔ اور سوائے احمدیہ جماعت کے جو کہ صدق دل سے اسلام کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں کسی مذہب میں زندگی کی نشانی نظر نہیں آتی۔ لیکن وہ مسلمان جو یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جب مسیح آویگا۔ تو وہ بزور تلوار اسلام کو ساری دنیا میں پھیلا دے گا۔ بڑی غلطی کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ مسلمانوں کو طعنے دیتے ہیں۔ کہ اگر حضرت محمد صلعم تلوار نہ لیتے۔ تو ان کے مذہب کو کوئی اختیار نہ کرتا۔ لیکن ان کو جھوٹا ثابت کرنے کے واسطے اللہ تعالے نے احمدؑ کو بھیجا۔ حضرت احمدؑ نے خوب فرمایا ہے ؎

وہ دکھاتا ہے کہ دیں میں کچھ نہیں اکراہ و جبر
دیں تو خود کھینچے ہے دل مثل بت سیمیں عذار

پس یہی ہے رمز جو اس نے کیا منع از جہاد
تا اٹھا دے دیں کی راہ سے جو اٹھا تھا اک غبار

تا دکھا دے منکروں کو دیں کی ذاتی خوبیاں
جن سے ہوں شرمندہ جو اسلام پر کرتے ہیں وار

لیکن میں یہاں عیسائیوں کو صاف طور پر بتا دینا ہوں کہ اسلام کو بزور تلوار نہیں پھیلایا گیا۔ بلکہ عیسائی مت کو دنیا میں بزور تلوار پھیلایا گیا ہے۔ سویڈن۔ ناروے۔ ڈنمارک برطانیہ۔ فرانس۔ روم۔ ہسپانیہ۔ جرمنی۔ روس خواہ کسی عیسائی ملک کی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ تو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائیگی۔ کہ ہر جگہ عیسائیت بزور شمشیر پھیلائی گئی ہے صرف چند سو سال ہوئے۔ یورپ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے عیسائی ایک دوسرے کو جب موقعہ ملتا۔ زندہ جلا دیا کرتے تھے۔ اور یورپ میں مذہبی آزادی قائم ہوئے بہت ہی تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔

برخلاف اس کے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال ہوئے۔ عرب میں مذہبی آزادی قائم کر دی اگر انہوں نے کافروں اور یہودیوں کے برخلاف عرب میں جنگ کی تو ع

جنگ بھی تھی صلح کی نیت سے اور کیں سے فرار

عرب کے یہودی اور کافر اسلام کو جڑ سے ہی مٹا دینا چاہتے

سے تھے۔ پس جب تک انہوں نے مذہبی آزادی قائم نہ ہونے
دی اس وقت تک۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان سے جنگ کی۔
ورنہ دین میں تلوار کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ع
دیں تو خود کھینچے ہے دل مثل بت سیمیں عذار
قرآن شریف بھی صاف الفاظ میں فرماتا ہے۔ لا اکراہ
فی الدین۔ کہ دین میں جبر اور اکراہ نہیں ہے۔ پس مسلمانوں
کو چاہیئے۔ کہ اب جبکہ کہیں کوئی ان کے دین کو نہیں روکتا
جنگ وجہاد کے خیال کو چھوڑ دیں ۔ ۔ اور اسلام
کی خوبصورتیاں دکھا کر لوگوں کے دلوں کو تسخیر کریں
جن انگریزوں نے میرے لکچر ہیسٹنگز اور فوکسٹن میں سنے
وہ خود بخود اسلامک لٹریچر خرید کر پڑھ رہے ہیں۔ اور
قرآن کی تعلیم پر مفتون ہو گئے ہیں۔ خدا تعالے نے حضرت
احمد نبی وقت کے ذریعہ پیشگوئی کی ہے۔ کہ اب بہت
جلد اسلام ساری دنیا پر پھیل جائیگا۔ اور پھر ایک جگہ فرمایا
"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"
پھر فرمایا ؎

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

جب اللہ تعالے نے چودہ سو سال گذرے۔ حضرت محمد صلعم
کے ذریعہ پیشگوئی کی کہ وہ قرآن کی وجہ سے برباد نہیں
ہو جائینگے۔ بلکہ جس مکہ سے ان کو کافروں نے نکال دیا۔
وہاں بادشاہ کی طرح داخل ہونگے۔ تو کافر یہ بات سنکر بہت
ہنسے۔ ع
پر خدا کی بات کب ٹلتی ہے کسی سے زینہار
قرآن شریف میں ہم پڑھتے ہیں کہ کافر چاہتے ہیں کہ اسلام
کے نور کو ہم اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔ لیکن خدا
اپنی روشنی کو پورا ہی کریگا۔ خواہ کافر کتنے ہی برخلاف
ہوں۔" اور ایسا ہی ہو کر رہا۔

غرض رک سکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

لیکن افسوس اب جبکہ پھر خدا تعالے مسلمانوں سے پیار
کر کے ان کی بہبودی کے لئے کوشاں ہے۔ مسلمان مصلحت
وقت سے غافل آپ اپنے دشمن بنگئے۔ ؎
لڑتے ہیں خدا سے بگڑنے سے باز آتے نہیں اپنی غوغا سے

اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ عیسائی مشنری جو کہ احمد کے مشنریوں
کی طرف فتح دیکھ کر اسلام سے خوف کھاتے ہیں۔ مسلمانوں
کو احمد سے لڑتے دیکھ کر ان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔
حضرت احمد نے ٹھیک فرمایا۔ ع
دشمنوں کو خوش کیا اور ہو گیا آزردہ یار
ان مسلمانوں کو جو کہ حضرت احمد کو قبول کرنے سے انکار کرتے
ہیں میں بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ اگر وہ حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے وقت میں پیدا ہوئے ہوتے۔ تو حضرت محمد صلعم
کو قبول کرنے سے وہ انکار کر دیتے۔ کیونکہ اب ایک نبی خدا
سے وہ نشانیاں لے کر آیا ہے۔ جن کو دیکھ کر ایک جہان
لرزاں ہو گیا ہے۔ اور وہ آنکھیں ہی نہیں کھولتے۔ چاروں
طرف سے دین کو کھا جانے لگے رہے ہیں۔ اور اسلام کا
اقبالی ستارہ ذلت میں پڑا ہے۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ خدا کو
ایک اور نبی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ اسی وقت کے
متعلق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کی طرف سے
علم پاکر خبر دی تھی۔ کہ اسلام کو موت سے بچانے کے واسطے
خدا نبی اللہ مسیح موعود کو بھیجیگا۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کے خاتم النبیین ہونے سے یہ مراد نہیں کہ خدا اسلام
میں کبھی نبی نہیں بھیجیگا۔ بلکہ مطلب تو یہ تھا کہ حضرت محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جس قدر نبی آوینگے۔ وہ
سب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ہونگے۔
جب خدا نے حضرت یسوع مسیح کو دنیا میں بھیجا۔ تو
یہودیوں نے گناہ سے اندھے ہو کر ان کو قبول کرنے
سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالی کا غضب ان
پر طاری ہو گیا۔ اور اس وقت سے وہ ضلالت میں پڑے
ہیں۔ ع
پر خدا کا کام کب بگڑے کسی سے زینہار
اور حضرت عیسیٰ کے شاگردوں کے سامنے خدا نے عیسائیت
کے لئے ہر جگہ راستے کھولدئے۔ یورپ عیسائی ہو گیا۔ اور
اب قریباً سب امریکہ عیسائی ہے۔ اسی طرح اگرچہ عرب کے
کافروں نے بہتیری کوشش اسلام کو غارت کرنے کی کی
لیکن خدا نے اسلام کو چند ہی سال میں سارے عرب بلکہ ساری
دنیا میں پھیلا دیا۔ اسی طرح اگرچہ ہندوستان میں لوگ کچھ کہیں
انشاء اللہ تھوڑے عرصہ میں سارا ہندوستان مسلمان ہوگا

اور یورپ۔ امریکہ۔ آسٹریلیا۔ چین جاپان ہر جگہ اسلام کا
مذہبی تسلط ہو گا۔ روس میں اسلام بڑی شدت سے پھیل
رہا ہے۔ میکسیم گورکی مشہور روسی مصنف نے بہت سے آرٹیکل
اسلام کے حق میں لکھے ہیں۔
بعض لوگ شاید کہیں۔ کہ اگر خدا کو اسلام اسقدر پیارا ہے
تو ٹرکی۔ فارس۔ مصر۔ وغیرہ اسلامی ملکوں کی یہ خراب حالت
کیوں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ ملک صرف برائے
نام مسلمان ہیں۔ اسلام پر قائم نہیں۔ یورپ کے لوگ
نادانستہ پھر بھی قرآن کی تعلیم پر عمل کرکے بڑے بنگئے
اب یہ نام ہی کے مسلمان بننے والے ہیں۔ سچے اسلام
پر میرے لکچر سن کر انگریز حیران ہو جاتے ہیں۔ اور اسلام
کی محبت ان کے دل میں جگہ کر لیتی ہے۔ حضرت احمد
نے روس کی بابت دو پیشگوئیاں کی تھیں۔ ع
"زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار"
اور دوسری کا مفہوم یہ ہے کہ
سارا روس بہت جلد مسلمان ہو جائیگا۔
پہلی پیشگوئی پوری ہو گئی اور زار مارا گیا۔ اب
دوسری بھی پوری ہونی چاہتی ہے۔ اور اسلام کے
دشمن سر پیٹ رہے ہیں۔
پس غیر احمدی بھائیوں کو اب مصلحت وقت کو سمجھنا
چاہیئے۔ قرآن شریف کہتا ہے کہ "منافقوں کو اللہ تم
دوست نہیں رکھتا" پس وہ کب تک آپس میں نفاق رکھکر
دشمنوں کے دلوں کو شاد اور اللہ کو رنجیدہ کرتے رہینگے
بھائیو بنی نوع کی دشمن ہستی نے اس خوف سے کہ
محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا مذہب کہیں کفر پر قبضہ
نہ پالے۔ تمہارے دلوں پر پردہ ڈالدیا ہے۔ آنکھیں
کھولکر دیکھو ؎

آفتاب صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
دن سے ہیں بیزار اور راتوں سے کرتے ہیں پیار
پھر دوبارہ آگئی احبار میں رسم یہود
پھر مسیح وقت کے دشمن ہوئے یہ جبہ دار

انگریزی راج کی برکتوں کو سمجھو۔ ان سے پہلے راج
میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی نہیں تھی۔ اب بھی بہت
سی دیسی ریاستوں میں مذہبی آزادی نہیں۔ افغانستان

...دنیا میں۔ اگر کوئی شخص احمدؑ کو قبول کرے۔ تو
...کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ انگریزی راج میں تم
امن سے قرآن پر عمل کر کے خدا کے پیارے بن سکتے
ہو۔ کوئی نہیں قرآن پڑھنے اور نمازیں ادا کرنے سے
روکتا۔ قرآن پر سچے دل سے عمل کرو۔ اور اللہ تعالیٰ
تمہارے دلوں کی تمناؤں کو پورا کر دیگا۔ کافروں
[illegible] بدگمان مت ہو ؎

گر نہ ہوتی بدگمانی کفر بھی ہوتا فنا
اس کا ہووے ستیاناس اس سے بگڑے ہوشیار
[illegible] کو اپنے کیوں بگاڑا ناامیدوں کی طرح
فیض کے در کھل رہے ہیں اپنے دامن کو پسار
تشنہ بیٹھے ہو کنارِ آبِ شیریں حیف ہے
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

ہندوستان کے مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ ترکی۔ عرب
فارس۔ افغانستان۔ مصر۔ مراکو وغیرہ میں جاکر حضرت احمدؑ
جو روح القدس لے کر آئے ہیں۔ مسلمانوں کے دلوں میں
بھر دیں۔ ان مسلمانوں میں اب اسلام کی روح باقی
نہیں رہی۔ یونہی غفلت میں پڑے خراٹے لے رہے
ہیں ٭

جب چند سال ہوئے۔ ترکی میں انقلاب ہوا تو
سلطان ترکی کا ایک جہاز چینی زبان میں اسلامی لٹریچر
سے بھرا چین جانے کے لئے تیار کھڑا رہتا۔ جو کہ عقلمند
سلطان عبدالحمید چین بھیجکر چینیوں کو مسلمان بنانا چاہتا
تھا تاکہ چینیوں کے مسلمان بننے سے اسلام مضبوط
ہو جائے۔ لیکن افسوس! کہ نوجوان ترکوں نے غفلت
سے وہ لٹریچر ضائع کر دیا۔ ہندوستان کے مسلمانو!
جاکر چین بلکہ جاپان کو مسلمان بنا دو ؎

دین کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

پچاس کروڑ چینیوں کو مسلمان بناؤ۔ اب بدھ ازم
دہریہ پن کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن چینیوں کی ترقی کا
باعث معقول ہو گا۔ اپنے ملک میں بھی نبی وقت کے
جانشینوں سے اسلام کی خوبیاں سیکھو۔ تاکہ تم کو اسلام سے
اتنی محبت ہو جائے۔ کہ اس کی خاطر تم سب کچھ
قربان کرنے کو حیاتِ جاودانی سمجھو۔ میرا تو جب
سے میں نے حضرت احمدؑ کو قبول کیا ہے یہ حال ہے کہ

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

لیکن یاد رکھو۔ کہ تم حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے
غلام ہو۔ مسٹر گاندھی تمہارا پیغمبر نہیں ہو سکتا۔
سرکار انگریزی کے جسقدر ہم پر احسانات ہیں۔ ان کا
شمار کرنا ناممکن ہے۔ ہندوستان میں ابتری پھیلی ہوئی
تھی۔ جب انگریزوں نے آکر امن و امان کیا۔ حال
میں جب امرتسر میں بلوہ ہوا۔ تو آس پاس کے دیہاتیوں
نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر امرتسر کو لوٹنے اور
قسم قسم کی خرابیاں پیدا کرنے کی تیاریاں شروع کر
دیں۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ اگر انگریز ہندوستان چھوڑ
کر چلے جائیں۔ تو ہم شہریوں کی کیا گت بنیگی۔ پس
بجائے اس کے کہ لوگ بلوے کریں۔ ان کو چاہیئے کہ
تعلیم کے ذریعہ دیہاتی لوگوں کو تہذیب کی روشنی سے
منور کریں۔ اور سرکار انگریزی کے احسانوں کو یاد
کر کے ایسی مہربان گورنمنٹ کے شکرگذار بنیں۔
کیونکہ قرآن شریف کہتا ہے۔ کہ اللہ ناشکروں کو دوست
نہیں رکھتا۔ تم صرف اللہ اور اس کے رسول کی تعلیم
پر سچے دل سے جم جاؤ۔ اور جو کچھ سبق انگریزوں کی
تہذیب تمہیں سکھاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ قرآنی تعلیم
کے برخلاف نہ ہو سیکھ لو۔ پھر خود بخود ہر قسم کی برکتوں کا
دروازہ اللہ تم پر کھول دے گا۔ اور اللہ کو ہر وقت
یاد کرتے رہو۔ تاکہ تم جلد پھلو پھولو۔ بیشک اللہ
سب کی سنتا۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔

حضرت احمدؑ جو اللہ کی طرف سے اسلام کی نصرت
کے لئے اس زمانہ میں ظاہر ہوئے تھے۔ وہ انگریزوں
کے جو احسان ہم پر ہیں۔ ان کو یاد کر کے اللہ تعالےٰ سے
انگریزوں کی فتح کے لئے دعا کر گئے۔ پس باوجود ویران
کر دینے کی کوششوں کے جرمن اس جنگ میں انگلستان
کو نیچا نہ دکھا سکے۔ بلکہ خود ہی نیچا دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے اور
ترکوں وغیرہ کو مخاطب کر کے حضرت احمدؑ نے
کئی سال ہوئے فرما دیا تھا کہ:۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
یہ حکم سُن کے بھی جو لڑائی کو جائیگا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا
اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

افسوس کہ ترکوں نے اس نیک مشورہ پر عمل نہ کیا۔ ورنہ
آج ان کو اس ہزیمت کا منہ کیوں دیکھنا پڑتا۔ دراصل
جس قدر احسان ہم پر انگریزی سرکار کے ہیں۔ اس قدر
مسلمان سلطنتوں میں بھی وہاں کے باشندوں پر نہیں
ہوئے۔ مثلاً اگرچہ صدیوں تک عرب ترکی کے ماتحت رہا
ترکوں نے وہاں بھی کوئی سکول نہیں کھولا۔ فیاض انگریزوں
کو عربوں کی تعلیم کے لئے وہاں جاکر سکول اور کالج
کھولنے پڑے۔ انگریزی سرکار آج کل باوجود اسقدر
جہازوں کی کمی کے حاجیوں کے لئے بمبئی اور کراچی
میں خاص جہاز جنگ سے پہلے جتنے کرایہ پر مہیا
کر رہی ہے۔ بھلا آج تک فارس یا ترکی نے کبھی
ایسا کام کیا۔

پس ہمارا فرض ہے کہ سچے دل سے اسلام پر فدا ہوں
نبی وقت کو قبول کریں۔ مہربان انگریز سرکار کے
شکرگذار ہوں۔ اور جو آزادی اور انصاف انگریزوں
نے ہمیں دئے ہیں۔ اس سے فائدہ اٹھا کر ساری
دنیا میں اسلام پھیلا دیں ٭

بندہ ساگر چند۔ بیرسٹرایٹ لاء۔ لنڈن

چونڈے میں مولوی ابراہیم (سیالکوٹی) سے مباحثہ

ڈیریانوالہ سے ہم نارووال پہونچے۔ مولوی غلام احمد اختر بھی وہاں پہونچے۔ اور تقریر کے رنگ میں اپنے اعتراضات کو دُھرایا۔ چونکہ میں نے نوٹ کر لے۔ اور انہی کے جلسہ میں اعلان کر دیا۔ کہ رات کو ان سب سوالات کا جواب دیا جائیگا۔ جو حق کی طلب رکھتا ہو۔ موقعہ پر آجائے خاکسار نے حسب وعدہ رات کو تقریر کی۔ اور تمام سوالات کا بمعہ ان اعتراضات کے جن کا مباحثہ ڈیریانوالہ میں بباعث تنگی وقت جواب نہیں ہو سکا تھا۔ بالتفصیل جواب دیا۔ سامعین نے خوب توجہ سے سنا۔ اور بہت اچھا اثر لے کر گئے۔ وہاں سے ہم چونڈہ پہونچے۔ اختر صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ اور ایک آدمی مولوی ابراہیم سیالکوٹی کو لینے گیا ہوا تھا۔ بالآخر وہ بھی آن پہونچے۔ شرائط مباحثہ کے متعلق خط و کتابت ہوتی رہی۔ چونڈہ غیر احمدیوں نے ہماری جماعت کے لوگوں سے کہا۔ کہ مولوی ابراہیم صاحب تو احمدیوں کے خلاف تقریریں کر رہے ہیں۔ جب تک بحث کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوتا۔ انکے قریب ہم بھی تقریروں کے لئے کوئی جگہ تجویز کر کے ان کے اعتراضات کا جواب دو۔ اور ہمیں بھی احباب کا خیال تھا۔ کہ اس کے اعتراضات۔ مفتریات کا ساتھ ہی ساتھ ازالہ کرنا مناسب ہے۔ اس تجویز پر احمدی احباب نے مولوی ابراہیم کے مقابلہ پر ان کے جلسہ گاہ میں اپنی میز کرسی جا لگائی۔ غرض فیصلہ یہ ہوا۔ کہ فریقین نصف نصف گھنٹہ تقریر کریں۔ میں نے اثبات وفات مسیح میں صرف آیت بل رفعہ اللہ پیش کی۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ پس جس طرح خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء و اولیاء کو اس دنیا سے اٹھا لیا۔ حتیٰ کہ افضل الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اُٹھا لیا اور اس ناپائدار دنیا میں نہیں رہنے دیا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ کو بھی خدا تعالیٰ نے اس دنیا سے اُٹھا لیا۔ اگر کہا جائے۔ کہ حضرت عیسیٰ کو تو خدا نے زندہ آسمان پر اٹھایا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ آیت میں زندگی اور آسمان کا کوئی لفظ نہیں۔ اگر کہو۔ کہ حضرت عیسیٰ چونکہ قتل نہیں ہوئے۔ اس لئے ان کا زندہ آسمان پر جانا ثابت ہوتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ہم یہ عقیدہ نہ رکھیں۔ کہ حضرت نبی کریم کو بھی خدا تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے ان کو بھی کفار کے قتل سے محفوظ رکھا ہے۔ کیونکہ موت دو طرح واقعہ ہوتی ہے ایک طبعی اور ایک غیر طبعی۔ خدا تعالےٰ نے ما قتلوہ یقیناً میں غیر طبعی موت کی نفی کر کے یہ بتلایا ہے۔ کہ ان پر حسب وعدہ انی متوفیک طبعی موت وارد ہوئی ہے۔ اور یہودی اپنے حیلوں اور مکروں میں ناکام رہے اور رفع کے لفظ کا استعمال قرآن۔ حدیث اور لغت کے مفصل بیان کیا جسکا اعادہ کی یہاں گنجائش نہیں۔

اور آیت بل رفعہ اللہ۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اُٹھا لیا۔ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کہاں ہے۔ جدھر حضرت عیسیٰ اٹھائے گئے۔ جس کا جواب خدا نے خود یہ دیا ہے۔ وھو اللہ فی السموات وفی الارض کہ خدا آسمان میں بھی ہے۔ اور زمین میں بھی۔ جس سے یہ ثابت ہوا۔ کہ حضرت عیسیٰ آسمان کی طرف ہی نہیں اٹھائے گئے۔ آسمان پر جانے کی کوئی سمت معین ہوتی۔ تو خدا تعالیٰ آسمان یا زمین کی تعیین کر دیتا۔ جو اسبات کی دلیل ہے۔ کہ اس کے کوئی ایسے معنے ہیں۔ جو دونوں طرف لگ سکتے ہیں مگر وہ اس طرح تو ہو نہیں سکتے۔ کہ حضرت عیسیٰ زندہ اپنے جسم سمیت آسمان پر بھی ہوں اور زمین میں بھی ہوں۔ اب سوائے اس کے اس کا صحیح مطلب اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کہ خدا تعالےٰ نے انسان کے وجود کے دو حصے بنائے ہیں۔ ایک جسم دوسرا رُوح۔ رُوح آسمانی چیز ہے۔ اس کو خدا تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا۔ اور جسم مادی اور زمینی چیز ہے اس کو خدا تعالےٰ نے زمین میں رہنے دیا۔ اور جسطرح روح ایک لطیف چیز ہے۔ خدا تعالےٰ نے اس کے اُٹھانے کے واسطے بھی لطیف وجود یعنے ملائکہ مقرر کئے ہیں

اور جسم چونکہ مادی چیز ہے۔ خدا نے اس کے اُٹھانے کے واسطے بھی مادی وجود مقرر کئے ہیں۔ یعنی انسان لاشوں کو زمین میں دفن کر آتے ہیں۔ اس طرح آسمان کی چیز آسمان پر چلی گئی۔ اور زمین کی زمین میں۔ پس جسم اور روح کے علیحدہ ہونے کا نام ہی موت ہے۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کے رُوح اور جسم کی علیحدگی کا باعث یہودی نہیں ہوئے۔ بلکہ میں نے حسب وعدہ ان کو طبعی موت دی ہے۔ ہاں اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ بے شک قرآن سے تو وفات مسیح ثابت ہوتی ہے لیکن حدیث میں نزول کا لفظ اور ابن مریم کا لفظ تردد میں ڈالتا ہے۔ اپنی تقریر میں تفصیل کے ساتھ اس کا میں نے ازالہ کیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ نزول کے یہ معنے نہیں۔ کہ کوئی شخص زندہ آسمان پر بیٹھا ہو۔ اور پھر اس کو زمین پر اُتارا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے۔ قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً یتلوا علیکم ایات اللہ۔ کہ ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا رسول نازل کیا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی آیات تم کو سناتا ہے اب ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوئے تھے۔ اور دنیا میں ہی نبی بنائے گئے۔ اصل میں اس لفظ کے استعمال سے خدا تعالیٰ اپنے بندے کے مقام نبوت کا اظہار فرماتا ہے۔ کیونکہ انبیاء اپنی ابتدائی زندگی میں دنیا کے لوگوں سے قطع تعلق کر کے صعود اور عروج کا مقام حاصل کرتے ہیں۔ اور باوجود زمین پر رہنے کے زمینی نہیں۔ بلکہ آسمانی آدمی ہوتے ہیں۔ جب خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ اس مقام کو حاصل کر لیتے ہیں۔ کہ وہ اپنے فیض کو متعدی کر سکتے ہیں۔ تب وہ مامور کئے جاتے ہیں۔ اور ان کو حکم ہوتا ہے۔ کہ جاؤ۔ دوسری مخلوق کی بھی راہنمائی کرو۔ تب وہ جن سے انہوں نے قطع تعلق کئے ہوتے ہیں تعلق پیدا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ان کی ہدایت اور راہنمائی کی فکر میں پڑ جاتے ہیں۔ اور ان کی بہتری کیلئے طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھاتے ہیں۔ اس مضمون کو خدا تعالیٰ نے نزول کے لفظ میں ادا کیا ہے۔ اور ابن مریم کا شبہ اگر مسلمان قرآن شریف سے واقف ہوتے

اور اپنے عقائد کو فراموش نہ کر بیٹھتے۔ تو بہت جلد رفع ہو جاتا۔ بلکہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ کیونکہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا مصداق مسلمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت کا ذاتی نام قرآن اور حدیث سے محمدؐ ثابت ہے۔ اس بنا پر کہ خدا تعالےٰ نے آنحضرتؐ کا نام احمدؐ رکھا ہے۔ پس اسی طرح مرزا صاحب کا نام اگرچہ غلام احمد ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی طرح آپ کا نام ابن مریم رکھا۔ اور آپ ابن مریم کی پیشگوئی کے مصداق ہوئے ہیں۔ جو کچھ بھی لفظ احمد کی تاویل کی جائے۔ بہرحال ظاہر سے پھیرا جاتا ہے۔ تو پھر مرزا صاحب کے ابن مریم ہونے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ پھر خود مسلمانوں کے اصول کی یہ بات ہے کہ یستعار لعالم فقیہ متقن لفظ ابی حنیفہ۔ ایک عالم متقی کو ہم ابو حنیفہ کہہ سکتے ہیں۔ اگر مثلاً زید ہماری رائے کی بنا پر ابو حنیفہ کہلا سکتا ہے۔ تو کیا خدا تعالیٰ اپنے کامل علم کی بناء پر کسی کو ابن مریم نہیں کہہ سکتا۔ اور آنیوالے مسیح کا نام ابن مریم جو رکھا گیا۔ تو وہ بعض مشابہتوں کی بناء پر۔ جو تقریر میں میں نے بیان کیں۔ جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ مولوی ابراہیم نے میری تقریر پر یہ اعتراض کیا۔ کہ چونکہ خدا تعالےٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے:۔

هو الذی فی السماء الٰه وفی الارض اله۔ اس لئے خدا تعالےٰ کا زمین میں ہونا اس لحاظ سے ہے۔ کہ اسکی زمین میں پرستش کی جاتی ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ خدا زمین میں ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ دعا میں ہاتھ آسمان کی طرف کئے جاتے ہیں۔ جس کا جواب میں نے یہ دیا کہ حضرت سجدے میں ہاتھ اور منہ کدھر ہوتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے زیادہ قریب انسان اسوقت ہوتا ہے۔ جب وہ سجدے میں ہوتا ہے۔ اس لئے سجدے میں بہت دعائیں کیا کرو۔ اور اگر خدا زمین پر اس لحاظ سے ہے کہ اس کی زمین پر پرستش کی جاتی ہے تو پرستش تو خدا کی آسمان میں بھی ہوتی ہے۔ تو اس لحاظ سے خدا کہیں بھی نہ ہوا۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں بلکہ حضرت آسمان اور زمین میں اس کی پرستش ہوتی ہے۔ خاکسار حافظ جمال احمد

رسالہ تشحیذ الاذہان

معزز ناظرین الفضل و دیگر احباب جماعت احمدیہ اس اپیل کی طرف توجہ فرمائیں۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح کے منشاء کے ماتحت کی گئی تھی۔ تشحیذ کے ذمے ساڑھے چھ سو کے قریب قرض ہے۔ اسکی وجہ خریداران کی کمی اور بقایا داروں کی طرف سے بقایا نہ ادا ہونا ہے اس لئے اس قرض کے ادا کرنے اور آئندہ فنڈ کے استحکام کے لئے کم از کم ایک ہزار روپیہ چاہیئے اور پانسو خریدار مزید ہو تو رسالہ سلف سپورٹ ہو سکتا ہے۔ کئی بار احباب کو متوجہ کیا گیا ہے۔ مگر ابھی تک بہت کم دوستوں نے اس طرف توجہ کی۔ مد اعانت میں باوجود استقدر متواتر جدوجہد کے دو سو روپے جمع ہوئے ہیں۔ جس سے قرض بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ فنڈ کو کچھ استحکام ہو۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ جن دوستوں نے ابھی تک توجہ نہیں فرمائی۔ وہ اب امداد بھیجوا کر عنداللہ ماجور ہونگے۔

رسالہ تشحیذ برابر تاریخ مقررہ پر شائع ہو جاتا ہے اور اسمیں ایسے مضامین ہوتے ہیں۔ جو مناظرات میں آپکے کام آئیں۔ اور آپکے علم دینی میں اضافہ ہو۔ نمونہ منگوا کر ملاحظہ فرمالیجئے ۔

رحیم بخش۔ ناظر تالیف و اشاعت قادیان

ممالک غیر کی خبریں

کوائف روس (شملہ ۲۷۔ اکتوبر) مغربی روس میں ۱۹۔ اکتوبر کو کرسنا جاگورکا کے علاقے میں بالشویکوں نے ۱۹۔ رجمنٹوں کے ساتھ سخت جوابی حملہ کیا۔ اہل اسٹونیا نے اس حملہ کو رد کر دیا۔ اور متعدد قیدی اور کئی توپیں گرفتار کیں۔ بالشویکوں کا دعویٰ ہے۔ کہ انہوں نے اہل پولینڈ سے سیپل لے لیا ہے۔ اور جنوبی محاذ پر اوریل میں فتح پائی

حاصل ہو گئی ہیں۔

چار برطانوی ڈویژن جنرل ڈینکن کی مدد کے لئے یوکرین میں گئے ہیں۔ اور ایک مشہور شہر کی تسخیر میں وہ ڈینکن کے ساتھ شریک ہوتے ہیں ۔

(لنڈن ۲۳۔ اکتوبر) چار بالشویک تباہ کن جہازوں نے ۱۸۔ اکتوبر کو ایسٹھونیا کے جہازوں اور برطانوی تباہ کن جہازوں پر بحیرہ بالٹک میں حملہ کرنے کی کوشش کی۔ وہ بالشویک تباہ کن ڈبو دیئے گئے۔ طرفین کا کوئی نقصان نہیں ہوا ۔

بالشویک دعاوی ماسکو سے ایک تار برقی خبر مظہر ہے۔ کہ بالشویکوں نے اوریل پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ اور والنٹیر فوج کے ایک حصہ کو شکست دی ہے۔

جنرل جوڈینچ کی پٹروگراڈ کی جانب پیشقدمی میں بالشویکوں کی طرف سے زیادہ مزاحمت ہو رہی ہے۔ وہ کمکی فوج اور اسلحہ و آلات کے انتظار میں اپنی افواج کو مجتمع کر رہا ہے لیکن اسے اپنی فتح کا استقدر یقین ہے۔ کہ اس نے امریکہ سے اپیل کی ہے۔ کہ وہ پٹروگراڈ کی فتح کے بعد شہر کے لئے سامان رسد کا انتظام کرے۔

ہلسنگفورس میں اندازہ لگایا گیا ہے کہ جنرل جوڈینچ کی فوج بارہ ہزار سے زیادہ نہیں۔ لیکن بالشویکوں نے بیس ہزار سے زیادہ فوج جمع کر لی ہے۔

قسطنطنیہ کا ایک تار مظہر ہے کہ ٹیر سردار مخانو کے آدمیوں نے جنرل ڈینکن کے عقب میں ریلوے سلسلہ کو توڑ دیا ہے۔

دار العوام لنڈن کا اجلاس دار العوام لنڈن کا موسم خزاں کا اجلاس شروع ہو گیا ہے۔ اسوقت سب سے اہم مسئلہ قومی کفایت شعاری کے متعلق در پیش ہے۔ مسٹر چرچل نے کہا کہ آئندہ مالی سال میں برطانوی فوج بیش از جنگ پیمانے پر لائی جائیگی ۔

مسٹر بلسل ہیمر ورتھ نے مسٹر برائنٹ کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ بلغاریہ والوں کو مزید مہلت نہیں دی گئی ہے بلکہ وہ عہد نامہ صلح پر اپنے اعتراضات پیش کر سکتے ہیں ۔

دار العوام میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہالینڈ سے قیصر کو حوالے کرنے کے متعلق اسوقت تک درخواست نہیں کی جا سکتی۔ جب تک

(باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا)